حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

نام ونسب:۔ابومحمد کنیت، حسن نام اور سامرے کے محلۂ عسکر میں قیام کی وجہ سے عسکری مشہور لقب ہے۔

والد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ اور والدہ سلیل خاتون تھیں جو عبادت، ریاضت، عفت اور سخاوت کے صفات میں اپنے طبقے کے لئے مثال کی حیثیت رکھتی تھیں۔

ولادت:۔ ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔

نشو ونما اور تربیت:۔بچپن کے گیارہ سال تقریباً اپنے والد بزرگوار کے ساتھ وطن میں رہے جس کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ زمانہ اطمینان سے گذرا۔اس کے بعد امام علی نقیؑ کو سفر عراق درپیش ہوگیا اور تمام متعلقین کے ساتھ ساتھ امام حسن عسکریؑ اسی کم سنی کے عالم میں سفر کی زحمتوں کو اٹھا کر سامرے پہنچے یہاں کبھی قید، کبھی نظر بندی اور کبھی کسی حد تک آزادی، مختلف دور سے گذرنا پڑا مگر ہر حال میں آپ اپنے بزرگ مرتبہ باپ کے ساتھ ہی ساتھ رہے۔اس طرح باطنی اور ظاہری طور پر ہر حیثیت سے آپ کو اپنے والد بزرگوار کی تربیت اور تعلیم سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکا۔

زمانۂ امامت:۔ ۲۵۴ھ میں آپ کی عمر بائیس برس کی تھی جب آپ کے والد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ کی وفات ہوئی حضرت نے اپنی وفات سے چار مہینہ قبل آپ کے متعلق اپنے وصی وجانشین ہونے کا اظہار فرما کر اپنے اصحاب کی گواہیاں لے لی تھیں۔اب امامت کی ذمہ داریاں امام حسن عسکریؑ کے متعلق ہوئیں جنھیں آپ باوجود انتہائی شدید مشکلات اور سخت ترین ماحول کے ادا فرماتے رہے۔

سلاطین وقت اور ان کا رویہ:۔جیسا کہ اس کے پہلے ضمناً بیاں ہوا کہ امام حسن عسکریؑ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ان تمام تکالیف اور مصائب میں بھی شریک رہے جو آپ کے والد بزرگوار کو حراست اور نظر بندی کے ذیل میں متعدد بار برداشت کرنا پڑے۔اس کے بعد جب آپ کا دور امامت شروع ہوا ہے تو سلطنت بنی عباس کے تخت پر معتز باللہ عباسی کا قیام تھا۔معتز کی معزولی کے بعد مہتدی کی سلطنت ہوئی۔گیارہ مہینے چند روز حکومت کرنے کے بعد اس کا خاتمہ ہوا اور معتمد کی حکومت قائم ہوئی ان میں سے کوئی ایک بادشاہ بھی ایسا نہ تھا جس کے زمانہ میں امام حسن عسکریؑ کو آرام وسکون ملتا باوجودیکہ اس وقت سلطنت بنی عباس بڑی سخت الجھنوں اور پیچیدگیوں میں گرفتار تھی۔مگر ان تمام سیاسی مسائل اور مشکلات کے ساتھ ہر حکومت نے امام حسن عسکریؑ کو قید وبند میں رکھنا سب سے زیادہ ضروری سمجھا اس کا خاص سبب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث تھی کہ میرے بعد بارہ جانشین ہوں گے اور ان میں سے آخری مہدی آخر الزماں اور قائم آل محمدؑ ہوگا۔یہ

حدیث برابر متواتر طریقہ سے عالم اسلام میں گردش کرتی رہی تھی۔

خلفائے بنی عباس خوب جانتے تھے کہ سلسلۂ آل محمدؐ کے وہ افراد جو رسول کی صحیح جانشینی کے مصداق ہو سکتے ہیں وہ یہی افراد ہیں جن میں سے گیارہویں ہستی امام حسن عسکریؑ کی ہے اس لئے ان ہی کا فرزند وہ ہوسکتا ہے جس کے بارے میں رسولؐ کی پیشین گوئی صحیح قرار پا سکے۔لہٰذا کوشش یہ تھی کہ ان کی زندگی کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے اس طرح کہ ان کا کوئی جانشین دنیا میں موجود نہ ہو یہ سبب تھا کہ امام حسن عسکریؑ کے لیے اس نظر بندی پر اکتفا نہیں کی گئی جو امام علی نقیؑ کے لیے ضروری سمجھی گئی تھی بلکہ آپ کے لئے اپنے گھر بار سے الگ قید تنہائی کو ضروری سمجھا گیا یہ اور بات ہے کہ قدرتی انتظام کے ماتحت درمیان میں انقلاب سلطنت کے وقفے آپ کی قید مسلسل کے بیچ میں قہری رہائی کے سامان پیدا کر دیا کرتے تھے مگر پھر بھی جو بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھتا تھا وہ اپنے پیش رو کے نظریہ کے مطابق آپ کو دوبارہ مقید کرنے پر تیار ہو جاتا تھا اس طرح آپ کی مختصر زندگی جو دور امامت کے بعد تھی اس کا بیشتر حصہ قید و بند ہی میں گذرا۔

اس قید کی سختی معتمد کے زمانے میں بہت بڑھ گئی تھی اگر چہ وہ مثل دیگر ظالم سلاطین کے آپ کے مرتبہ اور حقانیت سے خوب واقف تھا چنانچہ جب قحط کے موقع پر ایک عیسائی راہب کے دعوے کے ساتھ پانی برسانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ارتداد کا فتنہ برپا ہوا اور لوگ عیسائیت کی طرف دوڑنے لگے تو مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے وہ امام حسن عسکریؑ ہی تھے جو قید خانے سے باہر لائے گئے آپ نے مسلمانوں کے شکوک کو دور کر کے انھیں اسلام کے جادہ پر قائم رکھا اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ اب معتمد کو آپ کے پھر اسی قید خانے میں واپس کرنے میں خجالت دامن گیر ہوئی اس لئے آپ کی قید کو آپ کے گھر میں نظر بندی کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا مگر آزادی پھر بھی نصیب نہ ہوسکی۔

سفراء کا تقرر:۔ائمہ اہلبیتؑ جس حال میں بھی ہوں ہمیشہ کسی نہ کسی صورت سے امامت کے فرائض کو انجام دیتے رہتے تھے۔امام حسن عسکریؑ پر اتنی شدید پابندیاں عائد تھیں کہ علوم اہلبیت کے طلبگاروں اور شریعت جعفری کے مسائل دریافت کرنے والوں کا آپ تک پہنچنا کسی صورت سے ممکن نہ تھا۔اسلئے حضرت نے اپنے زمانہ میں یہ انتظام کیا کہ ایسے افراد جو امانت و دیانت نیز علمی و فقہی بصیرت کے اس درجہ حامل تھے کہ امام کے محل اعتماد ہوسکیں انہیں اپنی جانب سے آپ نے نائب مقرر کر دیا تھا یہ حضرات جہاں تک کہ خود اپنے واقفیت کے حدود میں دیکھتے تھے اس حد تک مسائل خود ہی بتا دیتے تھے اور وہ اہم مسائل جو ان کی دسترس سے باہر ہوتے تھے انہیں اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور کسی مناسب موقع پر امام کی خدمت میں رسائی حاصل کر کے ان کو حل کرا لیتے تھے کیونکہ ایک شخص کا کبھی کبھی امام سے ملاقات کو آجانا حکومت کے لئے اتنا ناقابل برداشت نہیں ہوسکتا تھا جتنا کہ عوام کی جماعتوں کا مختلف اوقات میں حضرت تک پہنچنا۔

ان ہی سفراء کے ذریعہ سے ایک اور اہم خدمت بھی انجام پاتی تھی، وہ یہ کہ خمس جو حکومت الٰہیہ کے نمائندہ ہونے کی

حیثیت سے اس نظام حکومت کو تسلیم کرنے والے ہمیشہ ائمہ معصومینؑ کی خدمت میں پہنچاتے رہے اور ان بزرگوں کی نگرانی میں وہ ہمیشہ دینی امور کے انصرام اور سادات کی تنظیم و پرورش میں صرف ہوتا رہا اب وہ رازدارانہ طریقہ پر ان ہی نائبوں کے پاس آتا تھا اور یہ امام علیہ السلام سے ہدایات حاصل کر کے انھیں ضروری مصارف میں صرف کرتے تھے یہ افراد اس حیثیت سے بڑے سخت امتحان کی منزل میں تھے کہ ان کو ہر وقت سلطنت وقت کے جاسوسوں کی سراغ رسانی کا اندیشہ رہتا تھا۔ اسی لئے عثمان بن سعید اور ان کے بیٹے ابوجعفر محمد بن عثمان نے جو امام حسن عسکریؑ کے ممتاز نائب تھے اور عین دارالسلطنت بغداد میں مقیم تھے اپنے پاس متعلقہ افراد کی آمد و رفت کو حق بجانب قرار دینے کے لئے ایک بڑی دوکان روغنیات کی کھول لی تھی اس طرح حکومت جور کے شدید شکنجۂ ظلم کے اندر بھی حکومت الٰہیہ کا آئینی نظام چل رہا تھا اور حکومت کا کچھ بس نہ چلتا تھا۔

اخلاق و اوصاف:۔ آپ اسی سلسۂ عصمت کی ایک کڑی تھے جس کا ہر حلقہ انسانی کمالات کے جواہر سے مرصع تھا۔ علم وحلم، عفو وکرم، سخاوت و ایثار سب ہی اوصاف بے مثال تھے عبادت کا یہ عالم تھا کہ اس زمانے میں بھی کہ جب آپ سخت قید میں تھے معتمد نے جس سے آپ کے متعلق دریافت کیا یہی معلوم ہوا کہ آپ دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں اور سوا ذکر الٰہی کے کسی سے کوئی کلام نہیں فرماتے اگرچہ آپ کو اپنے گھر پر آزادی کی سانسیں لینے کا موقع بہت ہی کم ملا پھر بھی جتنے عرصہ تک قیام رہا دور دراز سے لوگ آپ کے فیض و عطا کے تذکرے سن کر آتے تھے اور بامراد واپس جاتے تھے۔ آپ کے اخلاق و اوصاف کی عظمت کا عوام و خواص سب ہی کے دلوں پر سکہ قائم تھا ۔ چنانچہ جب احمد بن عبداللہ بن خاقان کے سامنے جو خلیفۂ عباسی کی طرف سے شہر قم کے اوقاف وصدقات کے شعبہ کا افسر اعلیٰ تھا، سادات علوی کا تذکرہ آ گیا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے کوئی حسن عسکریؑ سے زیادہ بلند مرتبہ اور علم و ورع، زہد و عبادت ، وقار و ہیبت ، حیاو عفت ، شرف و عزت اور قدر و منزلت میں ممتاز اور نمایاں نہیں معلوم ہوا۔ اس وقت جب امام علی نقیؑ کا انتقال ہوا اور لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول تھے تو بعض گھر کے ملازمین نے اثاث البیت وغیرہ میں سے کچھ چیزیں غائب کر دیں اور انھیں خبر نہ تھی کہ امام کو اس کی اطلاع ہو جائے گی ۔ جب تجہیز و تکفین وغیرہ سے فراغت ہوئی تو آپ نے ان نوکروں کو بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ پوچھتا ہوں اگر تم مجھ سے سچ سچ بیان کر دو گے تو میں تمھیں معاف کر دوں گا اور سزا نہ دوں گا لیکن اگر غلط بیانی سے کام لیا تو پھر میں تمھارے پاس سے سب چیزیں برآمد بھی کرالوں گا اور سزا بھی دونگا اس کے بعد آپ نے ہر ایک سے ان اشیاء کے متعلق جو اس کے پاس تھیں دریافت کیا اور جب انھوں نے سچ بیان کر دیا تو ان تمام چیزوں کو ان سے واپس لے کر آپ نے ان کو کسی قسم کی سزا نہ دی اور معاف فرما دیا۔

علمی مرکزیت:۔ باوجودیکہ آپ کی عمر بہت مختصر ہوئی یعنی صرف اٹھائیس برس مگر اس محدود اور مشکلات سے بھری ہوئی زندگی میں بھی آپ کے علمی فیوض کے دریا نے

بڑے بڑے بلند پایہ علماء کو سیراب ہونے کا موقع دیا نیز اس زمانہ کے فلاسفہ کا جو دہریت اور الحاد کی تبلیغ کر رہے تھے مقابلہ فرمایا جسمیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ان میں سے ایک اسحٰق کندی کا واقعہ ہے کہ یہ شخص قرآن مجید کے آیات کے باہمی تناقض کے متعلق ایک کتاب لکھ رہا تھا یہ خبر امام حسن عسکریؑ کو پہونچی اور آپ موقع کے منتظر ہوگئے اتفاق سے ایک روز ابو اسحٰق کے کچھ شاگرد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں کوئی اتنا سمجھدار آدمی نہیں ہے جو اپنے استاد کندی کو اس فضول مشغلے سے روکے جو انھوں نے قرآن کے بارے میں شروع کر رکھا ہے، ان طلاب نے کہا حضور ہم تو ان کے شاگرد ہیں ہم بھلا ان پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا اتنا تو تم کر سکتے ہو جو کچھ باتیں میں تمھیں بتاؤں وہ تم ان کے سامنے پیش کر دو۔ طلاب نے کہا جی ہم اتنا کر سکتے ہیں۔

حضرت نے کچھ آیتیں قرآن کی جن کے متعلق باہمی اختلاف کا توہم ہو رہا تھا پیش فرما کر ان سے کہا کہ تم اپنے استاد سے اتنا پوچھو کہ کیا ان الفاظ کے بس یہی معنی ہیں جن کے لحاظ سے وہ تناقض ثابت کر رہے ہیں اور اگر کلام عرب کے شواہد سے دوسرے متعارف معنی نکل آئیں جن کی بناء پر الفاظ قرآن میں باہم کوئی اختلاف نہ رہے تو پھر انھیں کیا حق ہے کہ وہ اپنے ذہنی خود ساختہ معنی کو متکلم قرآنی کی طرف منسوب کر کے تناقض و اختلاف کی عمارت کھڑی کریں۔ اس ذیل میں آپ نے کچھ شواہد کلام عرب کے بھی ان طلاب کو ذہن نشین کرائے ذہین طلاب نے وہ پوری بحث اور شواہد کے حوالے محفوظ کر لیے اور اپنے استاد کے پاس جا کر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد یہ سوالات پیش کر دیے آدمی بہرحال وہ منصف مزاج تھا اس نے طلاب کی زبانی وہ سب کچھ سنا اور کہا کہ یہ باتیں تمھاری قابلیت سے بالاتر ہیں سچ سچ بتانا کہ یہ تمھیں معلوم کہاں سے ہوئیں پہلے تو ان طالب علموں نے چھپانا چاہا اور کہا کہ یہ چیزیں خود ہمارے ذہن میں آئی ہیں مگر جب اس نے سختی کے ساتھ انکار کیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تو انھوں نے بتا دیا کہ ہمیں ابو محمد حسن عسکریؑ نے یہ باتیں بتائی ہیں یہ سن کر اس نے کہا کہ سوا اس گھرانے کے اور کہیں سے یہ معلومات حاصل ہی نہیں ہو سکتے تھے پھر اس نے آگ منگوائی اور جو کچھ لکھا تھا وہ نذر آتش کر دیا۔

ایسے کتنے ہی علمی اور دینی خدمات تھے جو خاموشی کے ساتھ اپنا فرض سمجھ کر انجام پا رہے تھے اور حکومت وقت جو محافظت اسلام کی دعویدار تھی اپنے عیش وطرب کے نشے میں مدہوش تھی یا پھر چونکتی بھی تھی تو ایسے مخلص حامی اسلام کی طرف سے اپنی سلطنت کے لئے خطرہ محسوس کر کے ان پر کچھ پابندیاں بڑھا دیئے جانے کے احکام نافذ کرتی تھی مگر اس کوہ گراں کے صبر واستقلال میں فرق نہ آتا تھا۔

جوامع حدیث میں محدثین اسلام نے آپ کی سند سے احادیث نقل کی ہیں ان میں سے ایک خاص حدیث شراب خواری سے متعلق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''شَارِبُ الْخَمرِ كَعَابِدِ الْوَثَنِ '' شراب پینے والا مثل بت پرست

کے ہے۔

اس کو ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''تحریم الخمر'' میں سند متصل کے ساتھ درج کیا ہے اور ابونعیم فضل بن وکیل نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہے جس کی اہلبیت طاہرینؑ نے روایت کی ہے اور صحابہ میں سے ایک گروہ نے بھی اس کی رسو ل خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے جیسے ابن عباس، ابو ہریرہ، انس، عبداللہ بن اوفی اسلمی اور دوسرے حضرات۔

سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ ''ابومحمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم طوسی بلاذری حافظ واعظ نے مکہ معظّمہ میں امام اہلبیت ابومحمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی الرضاؑ سے احادیث سن کر قلم بند کیے۔''

ان کے علاوہ حضرت کے تلامذہ میں سے چند باوقار ہستیوں کے نام درج ذیل ہیں جن میں سے بعض نے حضرت کے علمی افادات کو جمع کر کے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں۔

(۱) ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سن رسیدہ عالم تھے انھوں نے امام رضاؑ سے امام حسن عسکریؑ تک چار اماموں کی زیارت کی اور ان بزرگواروں سے فیوض بھی حاصل کیے، وہ امام علیہ السلام کی طرف سے نیابت کے درجہ پر فائز تھے۔ (۲) داؤد بن ابی زید نیشاپوری امام علی نقیؑ کے بعد امام حسن عسکریؑ کی صحبت سے شرفیاب ہوئے۔ (۳) ابو طاہر محمد بن علی بن بلال۔ (۴) ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری قمی بڑے بلند پایہ عالم، بہت سی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے قرب الاسناد کتاب اس وقت تک موجود ہے اور کافی وغیرہ کے ماخذوں میں سے ہے۔ (۵) محمد بن احمد بن جعفر قمی حضرت کے خاص نائبین میں سے تھے۔ (۶) جعفر بن سہیل صیقل، یہ بھی نائب خاص ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ (۷) محمد بن حسن صفار قمی بڑے مرتبہ کے عالم متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے بصائر الدرجات مشہور کتاب ہے انھوں نے امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں تحریری مسائل بھیج کر ان کے جوابات حاصل کیے۔ (۸) ابوجعفر ہمانی برمکی، امام حسن عسکریؑ سے مسائل فقہیہ کے جوابات حاصل کر کے کتاب مرتب کی۔ (۹) ابراہیم بن ابی حفص ابو اسحٰق کاتب حضرت کے اصحاب میں سے ایک کتاب کے مصنف ہیں۔ (۱۰) ابراہیم بن مہزیار مصنف کتاب البشارات۔ (۱۱) احمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن داؤد بن حمدان الکاتب الندیم علم لغت وادب کے مسلم استاد تھے اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے حضرت امام حسن عسکریؑ سے خاص خصوصیت رکھتے تھے (۱۲) احمد بن اسحٰق الاشعری ابوعلی القمی بڑے پایہ کے مستند و مسلم عالم تھے۔ ان کی تصانیف میں علل الصوم اور دیگر متعدد کتابیں تھیں۔

یہ چند نام بطور مثال درج کیے گئے اگر ان تمام افراد کا تذکرہ کیا جائے تو اس کے لیے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے خصوصیت کے ساتھ تفسیر قرآن میں ابوعلی حسن بن خالد بن محمد بن علی برقی نے آپ کے افادات سے ایک ضخیم کتاب لکھی جسے حقیقت میں خود حضرت ہی کی تصنیف سمجھنا چاہیے یعنی حضرت بولتے جاتے تھے اور وہ لکھتے جاتے تھے۔ **بقیہ صفحہ ۳۱ پر**

استعمال کریں اس لئے کہ یہ ان کے ماضی کو حال سے مربوط کرتی ہے اور ان کی عزت وسربلندی کے راز کو جو ماضی میں ان کا دین تھا، دہراتی ہے۔ ان کو یہ بتلاتی ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی زندگی کو نمونہ بنانا چاہیے اور جب بھی وہ اپنی اقامت گاہ میں اپنے فرائض الٰہی پر عمل نہ کرسکیں تو ہجرت کو سکونت پر ترجیح دیں اور زمین کے دوسرے حصوں پر جا کر اپنے الٰہی فرائض کو انجام دیں۔

تاریخ ہجری مسلمانوں کو تحریک اور امید عطا کرتی ہے ان کو سکون اور بے التفاتی سے کھینچ کر باہر نکالتی اور لامحدودیت کی سمت رواں دواں بناتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر ہم یہ کہیں کہ کوئی بڑا واقعہ ہی مبداء تاریخ ہونا چاہئے تو پھر ظہور پیغمبرؐ اور ان کے بعد رونما ہونے والے واقعہ سے بڑا اور کون سا واقعہ ہوسکتا ہے۔

❁❁❁

بقیہ امام حسن عسکری علیہ السلام

علماء نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ایک سوبیس اجزاء پر مشتمل تھی۔

افسوس ہے کہ یہ علمی ذخیرہ اس وقت ہاتھوں میں موجود نہیں ہے مختلف کتابوں میں تفسیر قرآن کے متعلق حضرت کے بعض ارشادات ملتے ہیں ممکن ہے وہ اسی سے ماخوذ ہوں لیکن ایک کتاب جو ''تفسیر امام حسن عسکریؑ'' کے نام سے شایع شدہ موجود ہے مگر وہ مذکورہ بالا ذخیرۂ علمی سے الگ ہے اس کا پتہ صرف چوتھی صدی ہجری سے چلتا ہے اور شیخ صدوق محمد بن علی بابویہ قمیؒ نے اس کو معتبر سمجھا ہے مگر ان کے پیش رو افراد جن سے موصوف نے اس تفسیر کو نقل کیا ہے بالکل مجہول الحال ہیں۔ بہر حال اس تفسیر کے متعلق علمائے رجال مطمئن نہیں ہیں جہاں تک غور کیا جاتا ہے اس کی نسبت امام حسن عسکریؑ کی طرف صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں بے شک آپ کا ایک طویل مکتوب اسحٰق بن اسمٰعیل اشعری کے نام اور کافی ذخیرۂ مختصر حکیمانہ مقولات اور مواعظ وتعلیمات کا کتاب تحف العقول میں محفوظ ہے جو اس وقت بھی اہل نظر کے لیے سرمۂ چشم بصیرت ہے۔

یہ علمی کارنامے اس حالت میں ہیں جب کہ مجموعی عمر آپ کی ۲۸/برس سے زیادہ نہ ہوسکی اور اپنے والد بزرگوار کے بعد صرف چھ برس امامت کے منصب پر فائز رہے اور وہ بھی ان مشکلات کے شکنجہ میں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

وفات: ۔اتنے علمی ودینی مشاغل میں مصروف انسان کو کہیں سلطنت وقت کے ساتھ مزاحمت کا کوئی خیال پیدا ہوسکتا ہے مگر ان کا بڑھتا ہوا روحانی اقتدار اور علمی مرجعیت ہی تو ہمیشہ ان حضرات کو سلاطین کے لیے ناقابل برداشت ثابت کرتی رہی وہی اب بھی ہوا اور معتمد عباسی کے بھجوائے ہوئے زہر سے ۸/ربیع الاول ۲۶۰ھ میں آپ نے وفات پائی اور اپنے والد بزرگوار کی قبر کے پاس سامرے میں دفن ہوئے جہاں حضرت کا روضہ باوجود ناموافق ماحول کے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

❁❁❁